⊙ ڈاکٹر رابعہ سرفراز
پروفیسر شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
⊙⊙ ڈاکٹر سمیرا اکبر
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد
⊙⊙⊙ ڈاکٹر عبدالعزیز ملک
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی یونیورسٹی، فیصل آباد

فرانز فینن کے نظریات کا مطالعہ
(اُفتاد گانِ خاک کے حوالے سے)

Abstract:

In this article we present a study of critical concepts of Frantz Fanon regarding his book "The Wretched of the earth". He says that the colonized sector is a disreputable place inhabited by disreputable people. Colonial powers face the defeat because of the changes of social structure from top to bottom. People should know that the Government and Political parties are made to serve them. Frantz Fanon is a voice of oppressed people of third world. He wants to bring the third world people close to get the freedom from oppression and tyranny.

Keywords:

Frantz Fanon, Uftadgan-i-Khak, Colonialism, Third World Countries, Struggle, Freedom

فرانز فینن (۱۹۲۵ء۔۱۹۶۱ء) گذشتہ صدی کے معروف ماہر نفسیات اور سیاسی نظریہ ساز تھے۔ ان کا شمار نوآبادیاتی نظریہ وفکر کے بنیادگزاروں میں ہوتا ہے ان کی تحریروں میں نوآبادکاروں کی سیاست، حکمت عملیوں، مقامی باشندوں کی سوچ، نفسیات، مقامی مفکرین کے نظریات اور نوآبادیاتی جنگوں کے مقامی لوگوں پر اثرات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ فینن فرانسیسی استعماریت کے خلاف قلم اٹھانے والے عظیم لکھاری ہیں۔ وہ ۲۰/ جولائی ۱۹۲۵ء کو مارٹینک کے شہر

فورٹ ڈی فرانس میں پیدا ہوئے۔انہوں نے ابتدائی تعلیم مارکیٹنگ ہائی سکول لیسی (Lycee) سے حاصل کی بعدازاں سینٹ البان سے نفسیات کی تعلیم حاصل کی۔اور ۱۹۵۱ میں افریقہ میں ماہر نفسیات کی حیثیت سے پیشہ وارانہ زندگی کا آغاز کیا۔ان کی پہلی کتاب Masques Blance Noir (1952) میں شائع ہوئی جس کا انگریزی ترجمہ Black Skin White Mask کے نام سے منظر عام پر آیا۔اس کتاب میں انہوں نے نوآبادکاروں کے مقامی سیاہ فام باشندوں پر اثرات کا جائزہ لیا ہے۔ان کی دوسری کتاب A Dying Colonialism (1959) میں شائع ہوئی۔ تیسری شہرہ آفاق تصنیف ''Les damnés de la terre'' کے نام سے ۱۹۶۱ء میں شائع ہوئی جس کا انگریزی ترجمہ The Wretched of the Earth کے نام سے شائع ہوا۔اسی کتاب کا اردو ترجمہ سجاد باقر رضوی ''افتادگانِ خاک'' کے نام سے کیا۔

فرانز فینن کا کہنا ہے کہ استعماری قوتیں معاشرتی ڈھانچے کی اوپر سے نیچے تبدیلی کی بدولت شکست سے دوچار ہوتی ہیں۔استعمار کی شکست دنیا میں بڑی تبدیلی کا باعث ہوتی ہے اور نوآبادکاروں کے مقامی باشندوں کے استحصال کے بعد وجود میں آتی ہے۔نوآبادکار طاقت کے ذریعے مقامی باشندوں پر حکومت کرتے ہیں اور ان کا وجود استعماری نظام کا مرہونِ منت ہوتا ہے۔مقامی باشندے نوآبادکاروں کے مقابلے کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو ان کے ذہن میں یہ بات موجود ہوتی ہے کہ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے ہر طرح کی رکاوٹوں اور مشکلات کا سامنا کریں گے۔نوآبادیاتی دنیا دو حصوں میں تقسیم ہوتی ہے اور اس کی حد بندی پولیس چوکیوں اور فوجی چھاؤنیوں کے ذریعے ہوتی ہے۔مقامی آبادی کو بندوق کے سائے میں پرسکون رہنے کی تلقین کی جاتی ہے۔نوآبادکاروں کا رہائشی علاقہ مقامی آبادی کے رہائشی علاقے سے جدا ہوتا ہے اور سہولیات سے آراستہ ہوتا ہے جہاں پختہ سڑکیں اور صفائی کا اعلیٰ انتظام ہوتا ہے۔روشن اور کشادہ رہائش گاہیں ان کی آسودہ حالی کی غماز ہوتی ہیں۔اسے سفید فام باشندوں کا شہر کہنا مبالغہ آرائی نہ ہوگی۔

فرانز فینن کے مطابق نوآبادیاتی علاقوں میں مقامی آبادی کے رہائشی علاقے میں بنیادی ضروریاتِ زندگی کا فقدان ہوتا ہے۔صحت اور تعلیم کی سہولیات نایاب ہوتی ہیں۔بھوک کا راج ہوتا ہے۔تنگ تاریک اور خستہ حال رہائش گاہیں ان کے طرزِ زندگی کی عکاس ہوتی ہیں۔فرانز فینن لکھتا ہے کہ:

''یہ دنیا جو خانوں میں تقسیم ہے۔یہ دنیا جو دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔اس میں دو مختلف مخلوق بستی ہیں۔''(۱)

وہ مزید کہتا ہے کہ یہ دنیا دراصل دو انتہاؤں کی دنیا ہے، بھوک اور سیری کی دنیا۔اندھیروں اور اجالوں کی دنیا۔غربت اور دولت کی دنیا۔تنگی اور آسائش کی دنیا۔بے سکونی اور سکون کی دنیا۔کسان اور جاگیردار کی دنیا۔

"Decolonization never goes unnoticed, for it focuses on and fundamentally alerts being,and transforms the spectator crushed to a nonessential state into a privileged actor,captured in a virtually grandiose fashion by the spotlight of history."(2)

نوآبادکار ہمیشہ بیرونی دنیا سے آتے ہیں اور مقامی لوگوں کی طرح نہیں ہوتے۔نوآبادکار ہمیشہ فوج اور پولیس کی مدد سے مقامی آبادیوں پر حکومت کرتے ہیں اور نوآبادکار کی تباہی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ سرحد ختم ہو جائے تو دونوں آبادیوں میں رابطہ قائم رہے بلکہ اس کا مطلب نوآبادکاروں کی مکمل بے دخلی ملک بدری اور تباہی ہے۔فرانز فینن کا کہنا ہے کہ نوآبادکار مقام باشندوں کو اخلاقیات سے مکمل طور پر بے بہرہ قرار دیتے ہیں جن کے اندر شائستگی اور عقلیت کا فقدان ہوتا ہے۔نوآبادکار کلیسا اور مذہبی پیشواؤں کو بھی ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں جو مذہب کی تبلیغ اور انسانیت کی تعلیم کی بجائے نوآبادکاروں کی پیروی کا پرچار کرتے ہیں۔یہ تعلیمات مقامی باشندوں کو جانوروں سے بھی بدتر ثابت کرتی ہیں اور ان کے لیے حیوانیت کی اصطلاح کا برملا استعمال کیا جاتا ہے۔وہ تشدد جس کی بنیاد پر نوآبادی مقامی آبادی پر حکومت کرتے ہیں جب مقامی باشندوں کے ہاتھ میں آجاتا ہے تو نوآبادکاروں کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

مقامی باشندے نوآبادکاروں کے چہرے دیکھ کر یہ اندازہ کر لیتے ہیں کہ ان کے ذہنوں میں مقامی آبادی کے لیے بھوکے ننگے زرد عوام ناکارہ وجود جیسے القابات موجود ہیں۔اگر کسی مقام پر نوآبادکار انھیں حیوان کے لقب سے نوازتے ہیں تو وہ دل ہی دل میں ہنستے ہیں کیونکہ انھیں اس امر کا احساس ہے کہ وہ حیوان نہیں ہیں۔مقامی آبادی کو ان کی انسانیت کا ادراک ہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب وہ نوآبادکاروں کے لیے تشویش کا باعث بن جاتے ہیں۔جب نوآبادکار دیکھتا ہے کہ مقامی آبادی پر اس کی گرفت ڈھیلی ہونی شروع ہو گئی ہے تو وہ اقدار تہذیب عقلیت اور مشینی ترقی کی باتیں شروع کر دیتا ہے۔مقامی باشندوں نے اپنی زندگیوں میں دیکھا ہے کہ انھیں آسانی سے مارا پیٹا جا سکتا ہے۔بغیر کسی جرم کے گرفتار کیا جا سکتا ہے۔انھیں بھوکا پیاسا رکھا جا سکتا ہے اور ان تمام مواقع پر کوئی معلم اخلاق یا عالمِ دین ان کی مدد کو نہیں پہنچتا بلکہ انھیں اپنی جنگ خود لڑنی ہے۔اسی لیے مقامی آبادی کی اخلاقیات یہی ہے کہ نوآبادکاروں کی سرکشی کا خاتمہ کیا جائے اور ان کے غرور و تکبر کا سر کچلا جائے۔تمام انسانوں کی برابری کا اصول اس وقت لاگو ہوتا ہے جب مقامی باشندے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ نوآبادکاروں کے برابر ہیں۔وہ خود کو کمتر اور نوآبادکاروں کو برتر سمجھنا ختم کر دیتے ہیں اور ان پر حاوی ہونے کے لیے ان سے جنگ کے لیے تیار رہتے ہیں۔مقامی باشندوں کو اس بات کا ادراک ہو جاتا ہے کہ ان کی زندگیاں نوآبادکاروں کی زندگیوں سے کم اہم نہیں۔ان کی سانس اور دھڑکن بھی اتنی ہی قیمتی ہے جتنی نوآبادکاروں کی اور وہ جان جاتے ہیں کہ نوآبادکاروں کی آواز سے وہ پتھر نہیں ہو سکتے۔وہ نوآبادکاروں کو اہمیت دینا چھوڑ دیتے ہیں اور ایسے منصوبے تیار کرتے ہیں جن کی بدولت وہ بھاگنے پر مجبور ہو جائیں۔فرانز فینن لکھتا ہے کہ:

> ''تمام تقریریں مردہ الفاظ کا مجموعہ بن جاتی ہیں۔وہ تمام اقدار جو روحانی ترفع کا ذریعہ معلوم ہوتی تھیں اب بے معنی معلوم ہوتی ہیں محض اس لیے کہ وہ اس ٹھوس کشمکش سے بالکل غیر متعلق ہیں جس سے عوام دوچار ہوتے ہیں۔''(۳)

مذہبی دانشور نوآبادیاتی حکمرانوں کی امداد کے لیے ایسے ولیوں کی تعلیمات کی تبلیغ کرتے ہیں جو اپنے خلاف ہر ظلم کو معاف کرتے ہیں ظلم سہتے ہیں اور ثابت قدم رہتے ہیں۔مقامی آبادی کو کچلنے اور دبانے کی تمام کارروائیاں قومی شعور کے فروغ کا محرک بنتی ہیں۔بندوق اور توپ عوام کے غصے میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور عوام ہر کام کے لیے ہمہ وقت

تیار رہتے ہیں۔ وہی نوآبادکار جو دیسی باشندوں کو سست اور کاہل کے القابات سے نوازتے تھے اب انھیں شکایت ہے کہ دیسی باشندے جلد باز ہیں اور بہت جلد ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ مقامی باشندوں کو اذیت دی جاتی ہے تو وہ کسی سے شکایت نہیں کرتے کیوں کہ مقامی باشندے نوآبادیتی نظام سے انصاف کی توقع نہیں رکھتے اور نہ ہی رونے دھونے میں اپنا وقت ضائع کرتے ہیں بلکہ وہ یہ جانتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن نوآبادکاروں سے ان کا مقابلہ ضرور ہوگا اور وہ خود کو ذہنی طور پر اس جنگ کے لیے آمادہ رہتے ہیں۔ دیہاتوں میں بسنے والے شہروں میں رہنے والوں کو مشکوک نظروں سے دیکھتے ہیں کیوں کہ شہری عوام مغربی لباس پہنتے ہیں۔ یورپی زبان بولتے ہیں۔ نوآبادکاروں کے ساتھ رہتے ہیں اور کام کرتے ہیں اس لیے وہ غدار اور بے ایمان ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر دیہاتی یہ کہتے ہیں کہ شہریوں میں اخلاق نہیں ہوتا اور وہ مقامی اقدار کے پاسدار نہیں ہوتے۔ سیاسی جماعتیں دیہی عوام کو ہدایات اور رہنمائی دینے کی کوشش نہیں کرتیں حالانکہ وہ ہر طرح کی ہدایات سننے کے لیے تیار ہوتے ہیں بلکہ ان کی جدوجہد کو غیبی مدد سمجھ کر اس پر اکتفا کیا جاتا ہے اور جب نوآبادیاتی پولیس انھیں گرفتار کرنے آتی ہے تو شہری رہنما روپوش ہو جاتے ہیں یا کسی دوسرے ملک میں سیاسی پناہ لے لیتے ہیں اور ان کی جگہ مزدور اور کسان گرفتار کر لیے جاتے ہیں۔ سیاسی جماعتوں کا کاشت کار اور کسانوں سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا بلکہ وہ مزدوروں' کان کنوں اور دیگر کاریگروں کو اپنی تنظیموں میں شامل کرتی ہیں۔

فرانز فینن کا ماننا ہے کہ نوآبادیاتی دور میں مزدور اتحاد تنظیمیں نہایت موثر ہوتی ہیں اور اپنے مطالبات کے حق میں پرزور نعرے لگاتی ہیں۔ کسانوں کی بغاوت نوآبادیاتی حکومت کے لیے خطرہ بنتی ہے کیوں کہ یہ وہ طبقہ ہے جس نے اپنے حقوق کی جدوجہد کے لیے اپنی زمینیں ان کی پیداوار اور تمام آمدنی داؤ پر لگا دی ہے۔ ان کے ذہن میں جدوجہد کا ایک واضح تصور موجود ہے۔ وہ خطیبانہ سیاست اور قراردادوں سیفرت کرتے ہیں۔ ان کے ذہنوں میں ایک واضح مقصد موجود ہے کہ جابر غیر ملکیوں کو جدوجہد کے ذریعے باہر نکالا جائے۔ مقامی آبادی کے اتحاد کا پہلا اظہار نوآبادیوں پر لگنے والی ضربوں میں اضافے سے ہوتا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مقامی آبادی کا ہر فرد دشمن کے پیچھے لگا ہوا ہے۔

اقبال احمد اپنے کالم ''کچھ فرانز فینن کے بارے میں'' میں لکھتے ہیں:

> ''فینن نے ''افتادگان خاک'' میں تشدد سے متعلق باب میں جو نکتہ بیان کیا ہے امریکہ اور یورپ کے تبصرہ نگاروں نے اسے نہیں سمجھا۔ اس بنا پر انہوں نے اسے غلط رنگ دیا۔ اسے مسخ کر دیا۔ انہوں نے اسے تشدد کی حمایت اور تعریف قرار دیا۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں تھا۔ اس میں صرف مزاحمت کی اہمیت بیان کی گئی اور اسے اپنی اور دوسروں کی پہچان کا وسیلہ قرار دیا اور بتایا گیا تھا کہ اجتماعیت میں ہی انسان کی ذات کا بھرپور اظہار ہو پاتا ہے۔''(۴)

جیسے جیسے آزادی کی جنگ آگے بڑھتی ہے۔ دشمن اپنی چالیں بدلتا ہے۔ وہ عوام میں پھوٹ ڈالنے کے لیے نفسیاتی حربے استعمال کرتا ہے۔ قبائلی جنگوں کی آگ بھڑکاتا ہے۔ فرقہ پرستی کو ہوا دینے کے لیے ایجنٹوں کا استعمال کرتا ہے جو لوگوں میں نفرت کے جذبات کو ہوا دیتے ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے روایتی علما اور سیاسی رہنماؤں سے مدد لی جاتی ہے۔ نسل در نسل چلے آرہے مذہبی رہنماؤں کو بہت محترم سمجھا جاتا ہے اور قبائل آنکھیں بند کر کے ان کے احکام کی

پیروی کرتے ہیں۔اس طرح نوآبادکاروں کو اپنی چالوں کے لیے اچھے خاصے مواقع مل جاتے ہیں۔

آزادی کے بعد وہ مقامی باشندے جو زیادہ خوشحال علاقوں میں رہتے ہیں انھیں اپنی خوش قسمتی کا احساس ہوتا ہے اور وہ ایسے ہم وطنوں کو کھلانے کی شدید مذمت کرتے ہیں جو کم خوش حال یا بدحال ہوتے ہیں۔اس طرح مال دار علاقوں کے افراد میں حسد' طمع اور غرور و تکبر کے جذبات نمایاں ہو جاتے ہیں۔مختلف مذاہب مسالک اور برادریاں آپس میں پنجہ آزمائی شروع کر دیتی ہیں اور غیر ملکیوں کے جانے کے بعد خالی آسامیوں کو پُر کرنے کے لیے شدید بے تابی نظر آتی ہے۔نوآبادکاروں کے پاس مقامی باشندوں کے مقابلے میں زیادہ ذرائع اور سہولیات ہوتی ہیں۔ضرورت پڑنے پر مقامہ باشندہ نوآبادکاروں کے ساتھ مصالحت کر لیتا ہے مگر اپنی جدوجہد کی قربانی نہیں دیتا۔بعض مقامی باشندے جنگ کے دنوں میں منافع خوری جاری رکھتے ہیں جبکہ اکثریت وطن کی خاطر ہر چیز قربان کرنے کا جذبہ رکھتی ہے۔برے لوگ ایک جانب اور اچھے افراد دوسری جانب موجود ہوتے ہیں۔مقامی افراد جبری مشقت جسمانی سزا تختوں اہوں میں عدم مساوات محدود حقوق کے خلاف آواز بلند کرنے کے بعد ہی قومیت کے دھارے میں شامل ہوتے ہیں۔آزادی کی جدوجہد میں عوام نے ایک عرصے تک جن رہنماؤں کی تقریریں سنی ہوتی ہیں 'انھیں اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتے دیکھا ہوتا ہے۔جب وہ مسندِ اقتدار پر فائز ہوتے ہیں تو عوام کی ضروریات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔نجی مقاصد کے حصول کے لیے منافع خور طبقے سے مل جاتے ہیں اور اپنے منافع کے لیے سرگرم ہو جاتے ہیں۔نئی ریاست کی اقتصادی راہیں پھر نو استعماری ریاست سے آملتی ہیں۔ریاست کا نظام چلانے کے لیے قرضوں اور امداد کی ضرورت پڑتی ہے۔عوام کی حالت قابلِ رحم ہو جاتی ہے اور وہ ناقابلِ بیان بوجھ تلے دب جاتے ہیں۔عوام کو مطمئن کرنے کے لیے تقریروں اور نعروں کا عمل جاری رہتا ہے۔بدعنوانی عام اور اخلاق انحطاط پذیر ہو جاتا ہے۔فرانز فینن لکھتا ہے کہ:

> ''پس ماندہ ممالک میں نوجوانوں کی اکثریت حکومت کے لیے مخصوص مسائل پیدا کرتی ہے جنھیں پوری وضاحت سے حل کرنا ضروری ہے۔شہروں کے نوجوان جو بے کار اور اکثر اَن پڑھ ہوتے ہیں مختلف قسم کے تخریبی اثرات کے شکار ہو جاتے ہیں۔پس ماندہ ممالک کے نوجوانوں کو ہی صنعتی ممالک سب سے زیادہ تفریح مہیا کرتے ہیں۔''(۵)

عوام کے ذہنوں میں یہ شعور موجود ہونا چاہیے کہ حکومت اور جماعت ان کی خدمت کے لیے ہیں۔جو عوام اپنے حقوق سے باخبر ہوتے ہیں وہ حقیقت سے نظریں ملانے کی ہمت رکھتے ہیں اور ان کے وقار کو لاحق خطرات ان کی جرات کے سامنے جلد بے اثر ہو جاتے ہیں۔عوام کو سحر زدہ ہونے کی بجائے نصب العین کی تفہیم اور اس کا مکمل شعور ہونا چاہیے تا کہ ان کی جدوجہد کامیابی سے ہمکنار ہو سکے۔ہارون بلوچ لکھتے ہیں:

> ''فینن عوامی ابھار کو شعوری شکل دینے میں ناکامی کا ذمہ دار قومی بورژوازی یا نام نہاد مڈل کلاس قیادت کو قرار دیتا ہے جسے عوامی انقلاب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ اسے تو محض نوآبادیاتی نظام کے خاتمے کی صورت میں پیدا ہونے والے غیر منصفانہ مفادات ہتھیانے ہیں۔''(۶)

فرانز فینن تیسری دنیا کے مظلوم افراد کی آواز ہے۔وہ تیسری دنیا کے پس ماندہ ممالک کے باسیوں کو متحد کرنا

چاہتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس دنیا میں غلامی کے عناصر باقی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں جنھیں حقیقی آزادی کی بجائے محض ایک چربہ عنایت کیا گیا ہے جو ہمہ وقت سامراجی تشدد کے خطرے کے خدشات میں مبتلا رہتے ہیں۔ جبری مشقت جسمانی تھکان بھوک اور بیماری کے باوجود خطرات سے نبرد آزما ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ تشدد کے زخموں کا علاج اخلاق کے ذریعے ممکن نہیں انھیں تشدد ہی مندمل کرسکتا ہے۔ استعماریت کے خلاف جنگ ایک بار شروع ہوجائے تو جلد ختم نہیں ہوتی۔ باغی کے ہتھیار کو اس کی زندگی کی ضمانت قرار دیا گیا ہے۔ فینن اپنے حقوق کے لیے جدوجہد کرنے والوں کا نمائندہ اور اتحاد کا داعی ہے۔ وہ ممالک جن کے سونے 'دھاتوں اور پٹرول پر ہاتھ صاف کیا گیا' زرعی اجناس پر قبضہ کیا گیا اور پھر دولت سے مالا مال کر کے یورپ کے باشندوں کو انسانیت کی مسند پر فائز کر دیا گیا۔ بقول عامر سہیل:

> ''فینن کی فکر کا خلاصہ یہ ہے کہ اب یورپ کی طرف دیکھنا چھوڑ دیں، اس وقت ہمیں اس نئے انسان کی تخلیق کرنے کی ضرورت ہے جس میں انسان دوستی ہو اور متشدد رویوں سے پاک ہو۔ غیر یورپ کو اپنے پاوں پہ کھڑا ہونا چاہیے، اس کیلیے نئی دریافتیں اور ایجادیں کرنا ہوں گی۔''(۷)

فرانز فینن کے نظریات نے نوآبادیات کے استعماری ہتھکنڈوں کو بے نقاب کیا۔ سامراجی نظام حکومت، اس کی حکمت عملیوں اور پالیسیوں پر کھل کر تنقید کی۔ مقامی آبادکاروں یعنی محکوم قوم کا نفسیاتی تجزیہ کیا ان کے حقوق، زبان، ثقافت اور روایات کی گفتگو کی اور محکوم قوم کے تشخص سے متعلق سوال اٹھائے۔ انہوں نے ہمیشہ تشدد کی مخالفت کی اور اس کے برعکس انسان دوستی اور رواداری کے جذبات کو فروغ دینے پر زور دیا۔ ان کا ماننا ہے کہ مشرق سے وابستہ لوگ یا تیسری دنیا کے ممالک کو اب یورپ کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ اپنی مدد آپ کے تحت تعلیم پر بھرپور توجہ دینی چاہیے اور ایجادات و دریافت کے ذریعے ترقی کر کے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑے ہوجانا چاہیے۔

حوالہ جات

۱۔ فرانز فینن، افتادگانِ خاک، (لاہور: کتاب نما، س۔ن)، ص ۳۱

2. Frantz Fanon, *The Wretched of the Earth*, (New York: Grove Press, 1961), Translated By; Richard Philcox, P. 2

۳۔ افتادگانِ خاک، ص ۳۸

4. *https://dunya.com.pk/index.php/special-feature/2018-02-12/207674* (dated: 01-03-2022)

۵۔ افتادگان خاک، ص ۱۶۱

6. *https://www.mukaalma.com/99142* (dated 26-02-2022)

7. *https://khayyalnama.com/tanqeed* (dated 15-03-2022)